Research Journal
Tahqeeqat
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334
ریسرچ جرنل
تحقیقات

حالی: غزل کی نئی تنقید

Hali: A New Criticism of the Ghazal

Dr. Noreen Khokhar
Associate Professor, Farman Christian College
(A Chartered University) Lahore.
Dr. Muhammad Tahir Shaheer
Associate Professor, Farman Christian College
(A Chartered University) Lahore.
Dr. Atiq Anwar
Associate Professor, Farman Christian College
(A Chartered University) Lahore.

ڈاکٹر نورین کھوکھر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، فارمن کرسچن کالج (اے چارٹرڈ یونیورسٹی) لاہور
ڈاکٹر محمد طاہر شہیر
ایسوسی ایٹ پروفیسر، فارمن کرسچن کالج (اے چارٹرڈ یونیورسٹی) لاہور
ڈاکٹر عتیق انور
ایسوسی ایٹ پروفیسر، فارمن کرسچن کالج (اے چارٹرڈ یونیورسٹی) لاہور

Abstract

"Maqdama e shair o Shayari" was published in 1893 along with Hali's Diwan, and it is the first book of its kind in Urdu criticism, which changed the direction of critical tradition and laid the foundation for modern criticism. The ideas presented in this book regarding poetry remain significant even today, despite the spread of Western critical principles. Maqada e Shair o Shayery holds a unique position in the criticism of Urdu ghazal. It marks a new turning point in the criticism of Urdu ghazal. Maqada e shair o shayeri is divided into two parts. The first part explains the definition of poetry, its impact and benefits, and the importance of words and meanings. Along with this, the basic principles of Urdu poetry have been formulated, and the necessary conditions for it have been presented. While discussing and arranging these, in addition to Arabic critical standards, Western critical ideas have also been kept in view. The second part defines and explains the characteristics of important genres of Urdu poetry, along with providing correct standards for them.

Keywords: *Muqaddama Shair-o-Shairi, Hali, Critic, Panipat, Anjuman Punjab, Shams-ul-Ulama, Ghazal, Qasida, Masnavi, Sir Syed, Hayat-e-Saadi, Tazkira, Classical Criticism.*

کلیدی الفاظ: مقدمہ شعر وشاعری، حالی، نقاد، پانی پت، انجمن پنجاب، شمس العلماء، غزل، قصیدہ، مثنوی، سرسید، حیات سعدی۔ تذکرہ، کلاسیکی تنقید

تعارف موضوع

خواجہ الطاف حسین حالی بیک وقت شاعر، نثر نگار، نقّاد صاحب طرز سوانح نگار اور مصلح قوم ہیں. حالی نے ادبی اور معاشرتی سطح پر وقت کے بدلتے ہوئے تقاضوں کو محسوس کیا اور ادب و معاشرت کو بدلتی ہوئی زندگی سے ہم آہنگ کرنے میں اہم تاریخی کردار ادا کیا۔ ان کی تین اہم کتابیں "حیات سعدی، "یادگار غالب" اور "حیات جاوید" سوانح عمریاں ہیں تنقیدی حثیت رکھتی ہیں۔ "مقدمۂ شعر وشاعری" کے ذریعہ انھوں نے اردو میں باقاعدہ تنقید کی بنیاد رکھی۔ الطاف حسین حالی 1837ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔ نو برس کی عمر میں والد کے انتقال کے بعد ان کے بڑے بھائی نے حالی کی پرورش کی۔ حالی نے ابتدائی تعلیم پانی پت میں ہی حاصل کی اور قرآن حفظ کیا۔ 17 سال کی عمر میں شادی کے بعد وہ کسی کو بتائے بغیر پیدل اور خالی ہاتھ دہلی آ گئے۔ حالی کو باقاعدہ تعلیم کا موقع نہیں ملا۔ تاہم انھوں نے فارسی، عربی، فلسفہ و منطق اور حدیث و تفسیر کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ 1857 کے ہنگاموں میں حالی کو دہلی چھوڑ کر پانی پت واپس چلے گئے۔ اور کئی سال بیروزگاری میں گزارے۔

1872ء میں حالی پنجاب گورنمنٹ بک ڈپو میں ملازم ہوئے جہاں ان کا کام انگریزی سے اردو میں ترجمہ کی جانے والی کتابوں کی زبان درست کرنا تھا۔ اینچی سن سکول میں بطور اتالیق بھی رہے۔ لاہور میں کرنل ہالرائیڈ اور محمد حسین آزاد کے ساتھ مل کر 1874ء میں انجمن پنجاب کی بنیاد رکھی اور موضوعاتی مشاعروں کا آغاز کیا۔ تو حالی نے چار نظمیں "حب وطن"، "برکھا رت"، "نشاط امید" اور مناظرۂ رحم و انصاف" ان مشاعروں کے لئے

لکھیں۔ چار سال لاہور میں رہنے کے بعد دلی چلے گئے اور اینگلو عربک کالج میں معلم ہو گئے۔ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد پانی پت میں سکونت اختیار کی۔1904ء میں "شمس العلماء" کا خطاب ملا31 دسمبر1914ء کو پانی پت میں وفات پائی

"مقدمہ شعر و شاعری" حالی کے دیوان کے ساتھ 1893ء میں شائع ہوا جو اردو تنقید نگاری میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے جس نے تنقیدی روایت کا رُخ بدل دیا اور یوں جدید تنقید کی بنیاد رکھی۔ اس کتاب میں شاعری کے حوالہ سے جو خیالات پیش کئے گئے وہ مغربی تنقیدی اصولوں کی اشاعت کے باوجود آج بھی اپنی الگ اہمیت رکھتے ہیں۔اردو غزل کی تنقید کے حوالے سے مقدمہ شعر و شاعری کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ مقدمہ اردو غزل کی تنقید میں ایک نیا موڑ ہے"۔

مقدمہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری کا دوسرا حصہ اصناف سخن کے متعلق ہے۔حالی نے ترتیب میں پہلے غزل کو رکھا ہے پھر قصیدہ اور مثنوی کو جگہ دی ہے۔حالی نے اصنافِ سخن میں سے تین ضروری اصناف یعنی غزل، قصیدہ اور مثنوی پر تنقیدی بحث کی ہے اور ایک خاص مناسبت کی وجہ سے رباعی اور قطعہ کو غزل کے ذیل میں داخل کیا ہے۔تاہم حالی نے مرثیہ کا بھی تنقیدی جائزہ لیا ہے۔

اگرچہ مقدمہ کی تنقیدی حیثیت مسلمہ ہے مگر ناقدین نے اس پر بہت سے اعتراضات بھی کیے۔ مختصراً یہ کہ اگر اس کی حمایت میں لکھنے والے ہیں تو مخالفت میں بولنے والے بھی ہیں۔ گویا اس کی تنقیدی حیثیت کے بارے میں ایک بحث کا سلسلہ جاری ہے۔عابد علی عابد تو حالی اور شبلی کو اصلاً نقاد نہیں مانتے۔البتہ عابد علی عابد مقدمہ شعر و شاعری کی علمی حیثیت سے انکار نہیں کرتے۔ کلیم الدین احمد نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ حالی کے ذہن میں تو نظم اور غزل کے فرق کا تصور ہی واضح نہیں اور حالی اپنے مطمع نظر کی تنگی کی وجہ سے نظم کے معنی قصیدہ، مرثیہ، مثنوی سمجھتے ہیں یوسف حسین کو اگرچہ مقدمہ شعر و شاعری کے ایک باضابطہ تنقیدی کتاب ہونے پر اعتراض نہیں اور وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ حالی کی اردو غزل پر تنقید میں نیک نیتی اور اخلاص شامل ہے مگر یوسف حسین حالی کے نقطہ ء نظر سے اختلاف کرتے ہیں:

"غزل پر نکتہ چینی اصلاحی محرک کے تحت تھی نہ کہ ادبی مقاصد کے تحت حالی کا یہ نقطہ نظر سطحی تھا۔"(1)

کچھ نقادوں کے مطابق حالی مقدمہ شعر و شاعری میں کوئی نئی فکر نہیں دے سکے اور سرسید کے تصورات کو آگے بڑھانے کے سوا غزل کو جدید بنانے کا مشورہ اور کچھ نہیں ہے۔حالی کی فکر پر سرسید کی چھاپ ہے۔ مرکزی طور پر حالی صرف اس فکر کے پابند ہیں جو سرسید احمد خاں کی تحریر و تقریر سے انہوں نے اخذ کی۔ ایک اہم بات مقدمہ کے حوالے سے یہ بھی ہے کہ مقدمہ شعر و شاعری دراصل ایک دیوان کا مقدمہ ہے۔ یہ بات حقیقت ہے کہ اپنے ہی دیوان کے اس قدر طویل مقدمہ میں حالی نے اپنے اشعار کی مثالیں نہیں پیش کیں اور چاہا کہ مقدمہ ختم ہونے پر قارئین خود ہی ان کی فکر کے مطابق ان کی غزلیں پڑھ لیں۔:-

"حالی کا اصل مقصد تنقید کی کتاب لکھنا تھا ہی نہیں، وہ تو اپنی شاعری کے اور اس سے لطف اندوز ہونے کے لے ضروری اشارے کر رہے تھے"۔(2)

غرض یہ کہ وہ سخن وری میں اپنے جدید رنگ کو دیکھنا چاہتے تھے اور مقدمہ لکھنے کا مقصد اپنی جدید شاعری کے لیے راہ ہموار کرنا تھا۔ وہ غزل کو جدید رنگ دے کر اصلاح معاشرہ کا فریضہ سرانجام دینا چاہتے تھے۔حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں اردو غزل پر تنقید کو ایک نیا آہنگ عطا کیا۔ حالی کی تنقید میں دیگر کئی نقادوں نے باضابطہ تنقید کا اصول اپنایا اور اگر دیکھا جائے تو زیادہ تر اعتراضات حالی کے نقطہ نظر اور فکر کے متعلق ہیں۔:

"مقدمہ شعر و شاعری کو مقبولیت عام نصیب ہوئی اور اردو میں نئی تنقید کی اولین باضابطہ کتاب الاصول سمجھی جاتی ہے۔"(3)

حالی نے اردو غزل کے حوالے سے بہت سے اصول وضع کئے۔ انہوں نے وقت کے ساتھ اردو غزل میں وارد ہو جانے والے نقائص کی نشاندہی مثالیں دے کر کی ہیں۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اصلاح غزل کے لئے پرانی شاعری کی خامیوں اور جدید شاعری کے اصول کو تنقید کا حصہ بنایا ہے:

"مقدمہ شعر وشاعری میں اصلاح غزل کے واسطے حالی نے پرانی شاعری کے نقائص اور جدید شاعری کے اصول سمجھائے اور ایسا دستور العمل مرتب کیا جس کا جواب اردو تو کیا مغرب کی بہت کم زبانوں میں ملے گا۔"(4)

مقدمہ شعر وشاعری میں غزل پر باضابطہ تنقیدی بحث کی گئی ہے۔ انھوں نے شاعری اور بالخصوص غزل میں مثبت بنیادی تبدیلیوں پر زور دیا ہے۔ انھوں نے مقدمہ میں مروجہ اندازِ غزل کی خامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے گویا اپنے دور سے بغاوت کی ہے۔ حالی نے اپنے پیش رووں اور ہم عصروں سے بہتر انداز میں اردو غزل کی تنقید کا معیار قائم کیا ہے۔ مقدمہ میں انھوں نے غزل اور شعر کی معنویت سے لے کر سماج اور حیات کے بنیادی تعلق کو تنقیدی بحث کا موضوع بنایا ہے۔ انھوں نے اپنے مقدمہ شعر وشاعری میں خصوصاً اردو غزل کی تنقید کو ایک منفرد زاویہ بخشا اور اردو غزل کو تنقیدی محاسبہ کی صورت میں نئے مزاج سے کو متعارف کروایا۔ حالی کی طبیعت میں خاص طرح کا مادہ ہے۔ ان کی تربیت بھی کچھ اس انداز سے ہوئی کہ اخلاقی پہلوان کے پیش نظر رہا۔ تاہم انہوں نے کسی موقع پر بھی کھل کر صف غزل کی مخالفت نہیں کی۔ تاہم اس دور کے تہذیبی وسیاسی حالات کے زیر اثر غزل میں پائی جانے والی خرابیوں کی نشاندہی کی ہے اور ایک خاص انداز سے تنقیدی جائزہ لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہی وقت میںجہاں وہ فطری شاعر ہیں، اعلیٰ درجہ سوانح نگار بھی ہیں یوں ان کے ہاں نکتہ سنجی اور سخن آفرینی کا ایک خاص سلیقہ پایا جاتا ہے۔ حالی کا تعلق پانی پت سے تھا۔ ان کی پیدائش بھی پانی پت کی ہے۔ دہلی اور لکھنؤ سے ان کی کوئی جذباتی وابستگی نہ تھی۔ چنانچہ مقدمہ شعر وشاعری میں حالی نے کسی خوف اور وابستگی سے بے نیاز ہو کر تنقید کی اور کیا دہلی اور کیا لکھنؤ، سب شعراء غزل پر بے باکانہ طرز تنقید اپنایا:

"ان سب پر انہوں نے غیر جذباتی انداز اور عقلی انداز سے کڑی نکتہ چینی کی اور مخالفت سے نہ گھبرائے"۔(5)

مندرجہ بالا تمام تنقیدی جائزے کا مقصد مقدمہ شعر وشاعری میں حالی کے تنقیدی نظام کو سمجھنا ہے۔ حالی خود غزل کو اظہار کا سب سے بہتر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ مگر ساتھ ہی ساتھ غزل کی پابندیوں کو نرم کرنا چاہتے ہیں۔ جہاں وہ اظہار کے لیے غزل کا احترام کرتے ہیں وہاں ان کا یہ بھی کہنا ہے:

”بعض خیالات جو دو مصرعوں میں بالکل یا زیادہ خوبی کے ساتھ ادا نہیں ہوسکتے، ان کو قطعہ یا رباعی کے لباس میں ظاہر کیا جا سکتا ہے اور چند بسیط خیالات جو ایک دوسرے سے کچھ تعلق نہیں رکھتے، وہ غزل کے سلسلہ میں بشرطیکہ ردیف اور قافیہ کی ناقابل برداشت تیزی کس قدر ہلکی کر دی جائیں منسلک ہوسکتے ہیں۔“(6)

حالی نے اپنی غزل گوئی غالب و مومن کے آخری دور میں شروع کی۔ مومن وذوق سے تو ان کی صحبت نہ ہوئی مگر غالب وشیفتہ کے ساتھ ان کی غزل نے شعور حاصل کیا۔ ایسے میں نہ جانے انہیں قافیہ اور ردیف میں غزل کیوں جکڑی ہوئی محسوس ہونے لگی۔ انہوں نے مقدمہ شعر و شاعری میں اصلاح کا جو بیڑا اٹھایا، یہ جانتے ہوئے اٹھایا کہ غزل کی اصلاح جس قدر ضروری ہے۔ اس قدر دشوار بھی ہے:

"غزل میں جو عام دل فریبی ہے اصلاح کے بعد اس کا قائم رہنا نہایت مشکل ہے۔"(7)

حالی، جس کی اپنی غزل میں قدیم رنگ غزل موجود ہو اور غالب و مومن کی لطافت ونزاکت اور درد و مصحفی کی سی سادگی وجاذبیت پائی جاتی ہو، اس کے لیے یہ کام واقعی بڑا دشوار تھا:

ہوتی نہیں قبول دعا ترکِ عشق کی دل چاہتا نہ ہو تو دعا میں اثر کہاں

مولانا حالی کا مندرجہ بالا شعر توان کے حقیقی اندرونی احساس کا غماز ہے کہ انہوں نے ترک عشق کی جو دعا کی وہ اوپری دل سے کی تھی۔اس لیے بے اثر رہی۔عشقیہ مضامین کے حوالے سے اگر چہ حالی اسے رد نہیں کرتے مگر عشق کی اس صورت کو جو غزل کی پہچان ہے، تسلیم نہیں کرتے اور چاہتے کہ غزل میں عشق کے ایسے اشعار ہوں جو محبت کے عام مفہوم پر حاوی ہوں۔یہ حقیقت ہے کہ انہوں نے اور بعد ازاں بالخصوص اقبال نے غزل میں ایسے ہی عشق کو پیش کیا ہے۔حالی عشق پر تنقید کرتے ہوئے اخلاقی پہلو کو سامنے رکھتے ہیں۔ذاتی واردات کے حوالے سے احساسات اور جذبات اخلاقی دائرے سے باہر ہیں۔غزل میں اگر شاعر اپنی قلبی احساس کو اجاگر نہیں کرے گا تو غزلیت تباہ ہو جائے گی اور غزل برباد۔حالی کا یہ پہلو ان کی تنقید کو کمزور کرتا ہے۔حالی اپنے مقدمہ میں غزل کی بہتری میں معاشرے کی بہتری ڈھونڈتے ہیں۔غالباً ان کے پیش نظر اخلاقی اقدار کا تحفظ تھا۔مگر وہ اس حقیقت کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ جب غزل وارداتِ قلبیہ اور امور ذہنیہ کو بیان کیے بغیر پھیکی ہے تو واردات عشق جو کسی غزل گو شاعر کو پیش آتی ہے، تو کیسے ممکن ہے وہ اس پر اخلاقیات کا ملمع چڑھائے۔جبکہ حالی خود اس بات کو تسلیم کرتے ہیں:

"جو خیال بھی باندھیں اس کی بنیاد اصلیت پر ہونی چاہیے۔اس لیے اصول شاعری کے موافق شراب و کباب کے مضمون باندھنا، صرف ان لوگوں کا حق ہونا چاہیے جو یا تو خود اس میدان کے مرد ہوں یا اپنے اصلی خیالات کو خمریات کے پیرایہ میں بطور مجاز و اشارہ کے ادا کر سکتے ہوں۔"(8)

حقیقت یہ ہے کہ حالی کا ذہن انگریزی ادب سے متاثر تھا اور ظاہر ہے وہ اس زبان کے بولنے والوں سے بھی مرعوب تھے۔اس لیے انہوں نے اردو غزل کے مضامین کے علاوہ اردو غزل کے دائرہ زبان پر بھی تنقید کی:

"جس طرح ہماری غزل کے مضامین محدود ہیں اس طرح اس کی زبان بھی خاص دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتی۔"(9)

گویا حالی نے اردو زبان کی وسعت پر نکتہ چینی کی ہے اگر چہ مقدمہ میں وجہ انہوں نے بیان کی ہے:

"چند معمولی مضمون جب صدیوں تک برابر رٹے جاتے ہیں تو زبان کا ایک خاص حصہ ان کے ساتھ مخصوص ہو جاتا ہے جو کہ زبانوں پر بار بار آنے اور کانوں سے بار بار سننے کے سبب زیادہ مانوس اور گوارہ ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ اگر ان الفاظ کی جگہ دوسرے الفاظ جو ان ہی کے ہم معنی ہوں، استعمال کئے جائیں تو غریب اور اجنبی معلوم ہوتے ہیں"(10)

حالیؔ نے شعر کی خصوصیات کے بیان میں مغرب اور بالخصوص ملٹن سے مدد لے کر سادگی، اصلیت اور جوش پر زور دیا ہے۔حالیؔ کا اصلاحی نقطہ نظر انہیں کہیں کہیں یک طرفہ بنا دیتا ہے۔حالیؔ کے انگریز دوستوں کی وساطت بہت کچھ ان تک پہنچا۔اور سب حالیؔ کو اپنی بات کہنے میں مددگار تھے۔چنانچہ انہوں نے اس سے کام لیا۔تاہم حالی نے غزل پر تنقید کرتے ہوئے مغرب اور انگریزی زبان و ادب کے تاثر سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی شعوری کوشش بھی کی ہے:

"مجھ کو مغربی شاعری کے اصول سے نہ اس وقت کچھ آگاہی تھی اور نہ اب ہے۔میرے نزدیک مغربی شاعری کا پورا پورا تتبع ایک ایسی نامکمل زبان جیسی کہ اردو ہے، ہو بھی نہیں سکتا۔"(11)

غرض حالی نے نہ صرف خیال و مضمون کے لحاظ سے غزل کی کم دامنی پر تقید کی ہے بلکہ زبان کے میدان کو بھی مختصر کیا ہے۔مقدمہ شعر و شاعری کی تنقید کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ حالی کے ذہن میں نظم جو کہ ایک مغربی صنف ہے، کا خیال موجود تھا۔اردو غزل پر تنقید کرتے ہوئے غزل کو انہوں نے کبھی اخلاقیات سے مزین کرنے کی سعی کی تو کبھی سیاسی حالات کا ڈراوا دیا ہے۔حالی کی تنقید سرسید کی عقلیت اور

کرنل ہالرائیڈ کی سیاسی ضرورتوں کے طابع محسوس ہوتی ہے۔ اس باعث یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ حالی غزل کو ہی نظم میں ڈھالنا چاہتے تھے جس کو وہ وسعت کا نام دیتے ہیں۔ مسلسل غزل کی مثال کا حوالہ دے کر حالی کہتے ہیں:

"ایسی غزلیں اگر لکھنی چاہئیں تو ان میں کس قدر طولانی مضمون بندھ سکتے ہیں مثلاً ہر موسم کی کیفیت صبح اور شام کا سماں، چاندنی رات کا لطف، جنگل یا باغ کی بہار، میلے، تماشوں کی چہل پہل، قبرستان کا سناٹا، سفر کی روئیداد، وطن کی وابستگی اور اسی قسم کی اور بہت سی باتیں مسلسل غزل میں بہت خوبی سے بیان ہو سکتی ہیں۔ الغرض غزل کو با اختیار زمین پر خیالات کے جہاں تک ممکن ہو وسعت دینی چاہیے۔" (11)

اگرچہ حالی کے مطابق قافیہ ردیف میں نرمی کر دی تھی۔ عشق کے مضمون میں اخلاقی اور روحانی عشق پیدا کر دیا جائے اور پھر غزل کو کسی ایک مضمون میں باندھ دیا جائے تو نہ صرف غزل کی انفرادیت متاثر ہوتی ہے بلکہ پھر نظم کی ہی شکل باقی رہ جاتی ہے۔ غزل مخصوص خصوصیات اور غزل گو ایک مخصوص کیفیت و احساس کا مالک ہوتا ہے جس کی بنا پر غزل اور غزل گو اپنی ایک الگ اور منفرد شناخت رکھتے ہیں۔ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اصلاح غزل سے سب سے زیادہ خطرہ تو خود غزل کو ہی لاحق ہو گیا۔ حالی کی تنقید کا یہ پہلو کہ شاعری کے کوچے میں اسی شخص کو قدم رکھنا چاہیے جس کی فطرت میں یہ ملکہ ودیعت کیا گیا ہو، بحث طلب ہے۔ فطری اور غیر فطری شاعر کا مسئلہ ذرا ٹیڑھا ہے کہ شاعری کرنے سے پہلے اس کی صلاحیتوں کو ماپنے کا کوئی آلہ نہیں اور پھر ان کا اصلاح غزل کے حوالے سے حقیقت اور راستی کی ہدایت غزل گو کی فطری صلاحیتوں اور اس کے خیال کو، خود ساختہ سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں۔

حالی نے غزل میں روز مرہ کی پابندی پر زور دیا۔ محاورہ کے متعلق شرط عائد کی ہے کہ محاورہ اگر عمدہ طور سے باندھا جائے تو بلاشبہ پست شعر کو بلند اور بلند تر کر دیتا ہے۔ تاہم بعض اوقات شعر کو پست کر دیتا ہے۔ گویا حالی نے غزل میں روز مرہ کو ضروری اور محاورہ کو غیر ضروری کہا ہے۔

صنائع بدائع کے استعمال کے حوالے سے حالی نے خصوصاً لکھنؤ کے شعراء کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔ حالی کے مطابق:

"صنائع و بدائع کی پابندی دلی کے شعراء میں عموماً کم پائی جاتی ہے۔ البتہ لکھنؤ کے بعض شعرا نے اس کا سخت پابندی کے ساتھ التزام کیا ہے اور بمقابلہ اہل دہلی، لکھنؤ کے عام شعرا بھی رعایت لفظی کا زیادہ خیال رکھتے ہیں۔" (13)

حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں صنائع و بدائع کی پابندی کو تنقید کے کٹہرے میں کھڑا کیا ہے جنہیں انہوں نے لفظوں کا گورکھ دھندہ کہا ہے۔ غزل ایک الگ وجود کی حامل صنف ہے اور اس میں اضافہ اور کمی اس کی غزلیت کو دھندلا دیتے ہیں اور یہ ٹھیک ہے کہ خیال میں وسعت ضروری ہے۔ تاہم اس کے بنیادی ڈھانچے میں رہ کر ہی غزل کو وسعت دی جا سکتی ہے:

"اردو غزل آمد و آورد بلند و پست، تلخ و شیریں، داخلیت و خارجیت، رکاکت و متانت، مادیت و روحانیت، واقعیت و تخلیت و ارضیت و ماورائیت کا ایک عجیب و غریب، حسن و جمیل، رنگا رنگ، پر بہار و پر کیف مجموعہ ہے۔" (14)

غزلیت انتہائی نازک چیز ہے۔ تھوڑا بہت ردوبدل، تبدیلی یا کمی بیشی اس کو تباہ کر سکتی ہے۔ لیکن اگر وسعت خیال کا مخصوص آہنگ، اظہار کا دھیما پن اور جذبات غزل کی مٹھاس میں رچ بس جائیں تو بات بن سکتی ہے۔ ورنہ قافیت ردیف صنائع بدائع مضمون عشقیہ میں غزل کو تو کیا بدلے گی، البتہ غزلیت کو پھیکا کر دے گی:

" غزل میں وزن بحر اور ردیف و قافیہ کی عروضی پابندیاں اس طرح اشارہ کرتی ہیں کہ ہم ایک طلسمی دنیا میں آ گئے ہیں جہاں ایسے پر فریب منظر پیش آئیں گے، جس سے شاعرانہ حقیقت کی جلوہ گری ہو گی۔" (15)

درحقیقت حالی کے خیال میں انسانی فطرت سہل پسند، میانہ رو اور اخلاق طور پر اصول پسند ہے۔ جبکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔ حالی نے انسان کی فطری خواہشوں اور جذبوں کو اخلاق کے سانچے میں ڈھالنے کی سعی کی ہے۔ تاہم ان کی کوشش سے غزل پر کوئی آنچ نہیں آئی۔
حالی کے مقدمہ شعر و شاعری کا تنقیدی نظام کا جائزہ لیں تو حالی نے اس دور کی غزل کو بالکل رد نہیں کیا صرف اس میں نقائص کی نشاندہی کی ہے تاہم نئی غزل کا تصور ان کے ہاں واضح شکل میں نہیں ملتا۔یہی وجہ ہے کہ غزل کا سفر نہیں رکا۔:

"انہوں نے جن مضامین غزل پر باقاعدہ اعتراض کیا ہے وہ مضامین غزل کا سرمایہ ہیں اور غزل سے یہ مضامین خارج کر دیئے جائیں تو سب حقائق کا خاتمہ ہو جائے گا۔"(16)

اور کچھ کا تو یہ خیال ہے کہ غالباً حالی اردو غزل پر معترض ہوتے ہوئے الفاظ کی اصل معنوی گہرائی تک نہیں اتر سکے اور انہوں نے الفاظ کے ظاہر اور عام معنوں کو مد نظر رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حالی کے ذہن میں غزل کی ترقی کا خیال راسخ تھا اور وہ اس میں اصلاح چاہتے تھے۔ اس خواہش کے پیچھے ان کے اپنے خیال کے ساتھ ساتھ سر سید ایک بڑے محرک تھے جو خود ڈارون کے نظریہ ارتقا، افادیت پسندی، عقل پرستی اور رواداری کے معترف تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ حالی نے اس کے اثر کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اس کا برملا اظہار بھی نظر آتا ہے۔ حالی پر زیادہ تر اعتراضات ان کے تنقیدی نقطہ نظر کے حوالے سے ہیں۔ جبکہ ان کے اصول تنقید پر کم کم ہی اعتراض اٹھا۔ یہ نہیں کہ حالی نے آج کے اصول تنقید کو بھرپور طریقہ سے برتا ہے مگر یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حالی نظریاتی تنقید کا آغاز کیا:

"حالی نے تنقید کا ابتدائی شعور دیا۔ اس سے پہلے تذکراتی انداز تنقید تھا جس میں کلام کے معائب و محاسن ہی بیان کیے جاتے رہے۔ غزل کی نظریاتی تنقید کا سلسلہ ہمارے ہاں حالی سے شروع ہوتا ہے۔ حالی سے قبل یہ بحث کسی منظم اور مربوط شکل میں نظر نہیں آتی۔"(17)

حالی کی تنقید سے قبل زبان کی صحت، عروض اور خیال کی خوبصورتی پر تنقیدی نظر رکھی گئی حتیٰ کہ حالی کے معاصرین نے بھی قریب قریب تذکرہ نگاروں کا سا انداز اپنایا اور فصاحت و بلاغت کی بحث میں پڑے رہے۔ جبکہ حالی نے شعوری طور پر اردو غزل پر تنقید کو الگ سوچ اور فکر عطا کی۔ حالی کو نئی اردو تنقید کے بانی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انہوں نے اپنے خیالات اور نظریات کو تنقیدی انداز سے پیش کیا۔ حالی نے اردو غزل میں وسعت پیدا کرنے کے لیے بہت سے مشورے دیئے اور ان مشوروں پر خود عمل کر کے دکھایا۔ حالی کی تنقید سے مثبت تبدیلی آئی ہے۔ مقدمہ شعر و شاعری سے غزل میں نئے مضامین کی شمولیت کے ساتھ ساتھ غزل کی بجائے نظم مسدس رباعی اور قطعہ کو فروغ حاصل ہوا۔ گویا غزل میں اصلاحی کوشش سے اردو نظم کو فروغ حاصل ہوا۔

حالی نے غزل پر ادبی تنقید کا بہترین نمونہ پیش کیا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ حالی نے یہ کام نیک نیتی سے کیا اور اگر دیکھا جائے تو حالی نے روایت پسندی کا اظہار بھی کیا ہے اور نظریاتی طور پر بغاوت کرتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ حالی نے غزل کی اصلاح کو سماجی اصلاح کے ساتھ جوڑا ہے۔ غزل پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے واضح مؤقف اختیار کرنے سے احتیاط برتی ہے۔ ان کے نزدیک قافیہ ردیف ضروری نہیں مگر غزل کے سانچے میں رہتے ہوئے اس کا حل نہیں بتاتے۔ انہوں نے اردو غزل پر کلاسیکی تنقید کی ہے۔ حالی نے اردو غزل کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی سعی کی۔ اور اردو تنقید کی نئی راہ دکھائی:

"مقدمہ شعر و شاعری اردو تنقید میں پہلے سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔"(18)

مقدمہ شعر و شاعری کی عملی تنقید کی خوبی یہ ہے کہ حالی خود اچھے شاعر تھے اور ذوق شعر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو غزل کے حوالے سے خوبیاں اور کمزوریاں ان کے سامنے تھیں۔ پھر یہ بھی کہ انہیں اہل سخن کی صحبت رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے غزل کے بارے میں جو بھی تنقید کی، غزل کی روح کو سمجھتے ہوئے کی۔

حالی کا مقدمہ شعر و شاعری اردو غزل پر تنقید کی پہلی شعوری کوشش تھی۔ حالی نے اردو غزل پر تنقید کا ایک نیا باب وا کر دیا۔ مقاصد کچھ بھی ہوں، مگر نظریاتی طور پر حالی نے غزل پر ایک تنقیدی مؤقف قائم کیا۔ حالی خود بھی بڑے اچھے غزل گو تھے:

> "آفتابِ عمر نے پلٹا کھایا اور دن ڈھلنا شروع ہوا۔ وہ تمام سیمیائی جلوے جو خواب غفلت میں حقائق سے زیادہ دل فریب نظر آتے تھے، رفتہ رفتہ کافور ہونے لگے۔ غزل اور تشبیب کی امنگ انفقال کے ساتھ بدل گئی اور جس شاعری پر ناز تھا، اس میں شرم آنے لگی۔ ہر چند سمجھایا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب آئے ہیں مگر یہی جواب دیا گیا کہ غزل کہنے کے دن اب گئے۔"(19)

یہ حقیقت ہے کہ نظریاتی اختلاف کے باوجود ان کے پہلے تنقیدی مصنف ہونے پر کسی کو کچھ شک نہیں۔ انہوں نے خلوص نیت کے غزل کی تنقید کے بنیادی مباحث کا آغاز کیا اور یوں وہ اردو کی تنقید کے رہبر اول بن گئے:

> "ان کا مقدمہ تنقید کی فنی کتاب نہیں لیکن تنقید کا نمونہ مذاق پیدا کرنے کی پہلی کوشش ہے۔ جس کی نظیر اردو کیا فارسی و عربی میں بھی نہ تھی۔"(20)

خلاصہ بحث

چنانچہ حالی نے غزل پر عملی تنقید کی بدولت تنقیدی شعور کی نشوونما کی ہے اور انھوں نے اردو غزل پر باقاعدہ تنقیدی نظریات پیش کرنے والے پہلے نقاد کا مقام حاصل کیا۔ انھوں نے مشرقی تنقید اور تذکروں کی روایت سے آگے قدم بڑھایا۔ در اصل حالی کے ذہن میں فن شاعری سے متعلق جو خیالات اور نظریات ایک عرصے سے نشوونما پا رہے تھے انھیں مربوط شکل مقدمہ شعر و شاعری میں ملی۔ بلاشبہ انھوں نے مقدمہ میں نظریاتی اور عملی تنقید کا حق ادا کر دیا۔ ایک بالغ نظر نقاد کی حیثیت سے ان کا مقدمہ شعر و شاعری اردو تنقید کی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی وحوالہ جات

1۔ یوسف حسن، "اردو غزل"، دہلی مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۵۲، ص ۱۶
2۔ احتشام حسین، پروفیسر، "مقدمہ شعر و شاعری، مقدمہ دیوان حالی کی حیثیت سے"، مشمولہ "مقدمہ، شعر و شاعری" لاہور: پاپولر پبلشنگ ھاوس، ۱۹۹۵، ص ۲۲۱
3۔ سید عبد اللہ، ڈاکٹر، "اشاراتِ تنقید" اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶، ص ۱۵۸
4۔ شیخ محمد اکرم، ڈاکٹر، "موج کوثر"، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۸۶، ص ۱۲۳
5۔ سلیم اختر، ڈاکٹر، "اردو ادب کی مختصر ترین تاریخ"، لاہور: سنگ میل پبلشرز، ۲۰۰۳، ص ۳
6۔ خواجہ الطاف حسین حالی، "مقدمہ شعر و شاعری" کراچی: خورشید پبلشرز، س۔ن، ص ۱۱۰
7۔ خواجہ الطاف حسین حالی، ص ۱۱
8۔ خواجہ الطاف حسین حالی، حوالہ مذکور، ص ۱۱۸
9۔ ایضاً، ص ۱۳۸

10۔ ایضا، ص ۱۲۴
11۔ خواجہ الطاف حسین حالی، دیباچہ، ''مجموعہ نظم حالی'' علی گڑھ، مطبہ ریاض، ۱۹۲۳، ص ۳
12۔ خواجہ الطاف حسین حالی، مقدمہ شعر وشاعری، حوالہ مذکور، ص ۱۲۲
13۔ خواجہ الطاف حسین حالی، ''مقدمہ شعر وشاعری''، حوالہ مذکور، ص ۱۵۸
14۔ ساحل احمد، ''غزل پس منظر پیش منظر'' الہ آباد: اردو رائٹرز گلڈ، ۲۰۰۰، ص ۴۳
15۔ یوسف حسین، حوالہ مذکور، ص ۱۶۱
16۔ اثر لکھنوی، ''چھان بین''، لکھنؤ: سرفراز قومی پریس، ۱۹۵۰، ص ۱۰۲
17۔ عبادت بریلوی، ڈاکٹر، ''غزل اور مطالعہ غزل''، علی گڑھ: ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۲۰۰۵، ص ۳۰۱
18۔ خاطر غزنوی، ''جدید اردو ادب'' لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۵، ص ۹۴
19۔ خواجہ الطاف حسین حالی، ''دیوانِ حالی''، دیباچہ، مشمولہ، ادبیات اردو، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۷۱، ص ۱۰۸
20۔ حامد حسن قادری، ''داستانِ تاریخ اردو''، کراچی: اردو اکیڈمی، ۱۹۸۸، ص ۶۴۳

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1Yousuf Hasan, "Urdu Ghazal". Delhi: Maktaba Jamia Limited, 1952, p 1
2. Ahtisham Hussain, Professor, "Muqaddama Shair-o-Shairi, Muqaddama Diwan-e-Hali ki Haiyat ke Sath", Lahore: Popular Publishing House, 1995, p 221
3. Syed Abdullah, Dr., "Isharat-e-Tanqeed", Islamabad: Muqtadra Qaumi Zaban, 1986, p 158
4. Shaikh Muhammad Akram, Dr., "Mauj-e-Kausar", Lahore: Idara Thaqafat Islamiyah, 1986, p 123
5-Salim Akhtar, Dr., "Urdu Adab ki Mukhtasar Tareen Tareekh", Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003, p 3
6. Khawaja Altaf Hussain Hali, "Muqaddama Shair-o-Shairi", Karachi: Khurshid Publishers, s.d., p110
7. Khawaja Altaf Hussain Hali, Aizan, p 11
8. Khawaja Altaf Hussain Hali, aizan, p 118
9. aizan., p 138
10. aizan, p 124
11. Khawaja Altaf Hussain Hali, Dibacha, "Majmua Nazeem-e-Hali", Aligarh: Matba Riyaz, 1923, p 3
12. Khawaja Altaf Hussain Hali, Muqaddama Shair-o-Shairi p 122
13. Khwaja Altaf Hussain Hali, "Muqaddama Shair-o-Shairi", hawala mazkoor, p 158
14. Sahl Ahmed, "Ghazal: Past and Present", Allahabad: Urdu Writers Guild, 2000, p 43
15. Yousuf Hussain, hawala mazkoor, p 161
16. Asar Lucknawi, "Chhan Been", Lucknow: Sarfaraz Qaumi Press, 1950, p 102
17. Ibadat Bareilvi, Dr., "Ghazal aur Mutaalah-e-Ghazal", Aligarh: Educational Book House, 2005, p 301
18. Khater Ghaznavi, "Jadeed Urdu Adab", Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1985, p 94
19. Khwaja Altaf Hussain Hali, "Diwan-e-Hali", foreword, included in, Urdu Adabiyat, Karachi: Urdu Academy, 1971, p 108
20. Hamid Hasan Qadri, "Dastan-e-Tareekh-e-Urdu", Karachi: Urdu Academy, 1988, p 643